20

مشکلات و مصائب عارضی چیزیں ہیں تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اِس یقین پر قائم رہو کہ بالآخر تم ہی کامیاب ہوگے

(فرمودہ 19 جولائی 1957ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''عربی زبان میں ایک مثل ہے کہ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ کہ جو شخص کسی ایسی چیز کا جس کا بار بار تجربہ ہو چکا ہو دوبارہ تجربہ کرنا چاہے اُسے ہمیشہ ندامت لاحق ہوتی ہے۔ اِس مثل کا مفہوم درحقیقت یہی ہے کہ جو چیزیں ثابت شدہ ہوں اور متواتر اُن کا تجربہ کیا جا چکا ہو ان کے متعلق کسی قسم کا شُبہ دل میں پیدا کرنا اور پچھلے تجربہ کے خلاف عمل کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ اب دنیا میں انسان نامعلوم ہزاروں سال سے ہے یا لاکھوں سال سے ہے یا جیالوجسٹوں کے خیال کے مطابق اربوں سال سے ہے۔ بہرحال جب سے اس نے بشر کی حیثیت سے اپنے آپ کو محسوس کیا ہے موت اِس کے ساتھ لگی چلی آ رہی ہے۔ جو لوگ ڈارون کی تھیوری کے قائل ہیں اور درحقیقت وہی ہیں جو دنیا

کی عمر کروڑوں اور اربوں سال قرار دیتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ انسان سے پہلے ایک اَور مسنگ لنک (MISSING LINK) تھا جس کے متعلق زیادہ تر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ گوریلا کی قسم میں سے تھا۔ لیکن اگر انسان کو دیکھو تو وہ بھی مرتا چلا آتا ہے۔ اور اگر گوریلا کو دیکھو تو وہ بھی مرتا چلا آتا ہے۔ اسی طرح گوریلا سے سینکڑوں سال پہلے جو جانور تھے وہ بھی مرتے چلے آئے ہیں۔ غرض دنیا میں جتنے قسم کے ایسے جانور ہیں جو انسان سے ملتے ہیں اور جو پیدائشِ انسانی سے سینکڑوں سال پہلے پائے جاتے تھے اور جنہیں ڈارون تھیوری کے ماتحت نسلِ انسانی کے باپ دادا قرار دیا جاتا ہے وہ بھی مرتے چلے آئے ہیں اور انسان بھی مرتا چلا آیا ہے۔ اگر اتنے لمبے تجربہ کے بعد بھی کوئی شخص موت کو بھول جاتا ہے تو وہ یقیناً ہدایت سے دور چلا جاتا اور شیطان کے قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن اِس کے مقابلہ میں ایک دوسرا تجربہ بھی ہے اور وہ بھی ہزاروں سال سے چلا آ رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ جو شخص خدا پر توکّل کرتا اور اُس پر سچا یقین رکھتا ہے وہ آخر کامیاب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ دیکھ لو آدمؑ نے توکّل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ نوحؑ نے توکّل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ ہودؑ نے توکّل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، ابراہیمؑ نے توکّل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، لوطؑ نے توکّل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، شعیبؑ نے توکل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، موسیٰؑ نے توکل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، عیسیٰؑ نے توکل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے، اِسی طرح بعد میں اُمّتِ محمدیہ میں ہزاروں ہزار اولیاء ایسے گزرے ہیں جنہوں نے توکل کیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ قرآن کریم میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ

لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔[1] کہ خدا کی رحمت سے کبھی مایوس مت ہو۔ کیونکہ اُس کی رحمت سے وہی مایوس ہوتا ہے جو کافر ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہو اُس کے سامنے لازماً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہیں گے، موسیٰؑ بھی رہیں گے، عیسیٰؑ بھی رہیں گے، الیاسؑ بھی رہیں گے، زکریاؑ بھی رہیں گے، شعیبؑ بھی رہیں گے، لوطؑ بھی رہیں گے، ابراہیمؑ بھی رہیں گے، نوحؑ بھی رہیں گے، آدمؑ بھی رہیں گے اور ان کی زندگیوں کو دیکھ کر وہ کبھی مایوس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کی زندگیوں میں ہزاروں واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ کوئی انسان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کامیاب

ہو جائیں گے مگر پھر وہ کامیاب ہو گئے۔

غرض دنیا میں ہمیں یہ دونوں باتیں نظر آتی ہیں کہ جب لوگ موت کو بھول جاتے ہیں۔ تب بھی وہ خدا سے دور ہو جاتے ہیں اور شیطان سے قریب ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ خدا تعالیٰ پر توکل ترک کر دیتے ہیں اور اس کی نُصرت اور تائید کے واقعات کو بھول کر اُمید چھوڑ بیٹھتے ہیں تب بھی وہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاتے اور شیطان کے قریب ہو جاتے ہیں۔ ورنہ جو شخص خدا تعالیٰ پر سچا توکل رکھتا ہے اُس کی اُمید بڑی مضبوط ہوا کرتی ہے اور وہ کسی حالت میں بھی مایوسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ دنیا میں خدا تعالیٰ کے ہزاروں فرستادے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے انتہائی مشکلات میں بھی خدا تعالیٰ پر اُمید نہیں چھوڑی اور آخر خدا نے انہیں کامیاب کر دیا۔

حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانہ کا بادشاہ ان کا مخالف ہو گیا۔ وہ اُس وقت بہار کی طرف کسی جنگ پر جا رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ جب میں واپس آؤں گا تو انہیں سزا دوں گا۔ اُن کے مُریدوں نے یہ بات سنی تو وہ بڑے گھبرائے اور انہوں نے شاہ صاحب سے آ کر کہا کہ حضور! جو لوگ شاہی دربار میں رسوخ رکھتے ہیں اگر اُن کے ذریعہ بادشاہ کے پاس سفارش ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے فرمایا "ہنوز دلّی دور است"۔ ابھی تو اس نے لڑائی کے لیے جانا ہے اور پھر دشمن سے جنگ کرنی ہے۔ ابھی سے کسی فکر کی کیا ضرورت ہے۔ اِس وقت تو وہ دلّی میں موجود ہے اور لڑائی کے لیے گیا بھی نہیں۔ پھر آٹھ دس دن اَور گزر گئے تو مُرید پھر گھبرائے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہا حضور! اب تو آٹھ دس دن گزر چکے ہیں اور بادشاہ لڑائی کے لیے جا چکا ہے اب تو کوئی علاج سوچنا چاہیے۔ مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ "ہنوز دلّی دور است"۔ آخر جس جنگ پر وہ گیا تھا اُس کے متعلق خبر آ گئی کہ اس میں بادشاہ کو فتح حاصل ہو گئی ہے اور وہ واپس آ رہا ہے۔ مُرید پھر گھبرائے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور بادشاہ کی واپسی کی خبر دی۔ مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ "ہنوز دلّی دور است"۔ ابھی تو وہ دو چار سَو میل کے فاصلہ پر ہے ابھی کسی فکر کی کیا ضرورت ہے؟ جب وہ آٹھ دس منزل کے فاصلہ پر پہنچ گیا تو وہ پھر آئے اور انہوں نے کہا کہ اب تو وہ بہت قریب آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہنوز دلّی دور است"۔ جب وہ اَور زیادہ قریب آ گیا اور دو تین منزل پر پہنچ گیا تو پھر آپ کے مُرید سخت گھبراہٹ کی حالت میں آپ کے پاس پہنچے۔ مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ "ہنوز دلّی دور است"۔

آخر ایک دن پتا لگا کہ بادشاہ کی فوجیں فصیلوں کے باہر ٹھہر گئی ہیں۔ اُن کے مُریدیہ خبر سن کر پھر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ حضور! اب تو وہ دلّی کی فصیلوں تک آ پہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہنوز دلّی دور است"۔ ابھی تو وہ فصیل کے باہر ہے اندر تو داخل نہیں ہوا کہ ہمیں گھبراہٹ ہو۔ اسی رات ولیعہد نے فتح کی خوشی میں ایک بہت بڑی دعوت کی اور شاہانہ جشن منایا۔ ہزاروں لوگ اس دعوت اور رقص وسرود کی محفل میں شریک ہوئے۔ ولیعہد نے اس دعوت کا انتظام ایک بہت بڑے محل کی چھت پر کیا تھا۔ چونکہ چھت پر بہت زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے تھے اس لیے اچانک چھت نیچے آ گرا اور بادشاہ اور اس کا ولیعہد دونوں دب کر ہلاک ہو گئے۔ صبح جب بادشاہ کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے کہا کیا میں تمہیں نہیں کہتا تھا کہ "ہنوز دلّی دور است"؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ہم نے ایسے کئی واقعات دیکھے ہیں۔ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب بڑے گھبرائے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ حضور! فلاں ہندو مجسٹریٹ جس کے سامنے آپ کا مقدمہ ہے اُس پر آریوں نے بڑا زور ڈالا ہے کہ یہ قوم کی خدمت کا موقع ہے تم جس طرح بھی ہو سکے مرزا صاحب کو قید کر دو اور سنا ہے کہ مجسٹریٹ نے بھی ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ کوئی انگریز وکیل مقرر کر لیا جائے۔ اِس طرح کچھ مدت کے لیے حضور کسی دوسرے ضلع میں چلے جائیں اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ عدالت میں بھجوا دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جوش سے فرمایا کہ خواجہ صاحب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کس کی طاقت ہے کہ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکے۔ چنانچہ خدا کی شان ہے کہ ابھی وہ فیصلہ سنانے نہیں پایا تھا کہ تبدیل ہو گیا۔

غرض خدا تعالیٰ کی نُصرت اور اُس کی تائیدات کے کرشمے ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے رہتے ہیں۔ کچھ کہانیوں اور قصّوں کے ذریعہ اور کچھ اپنے مشاہدات اور تجربات کے ذریعہ۔

ہارون الرشید کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نواسے کو جو حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے تھے اور جن کا نام غالباً موسیٰ رضا تھا بادشاہ نے لوگوں کی شکایتوں پر قید کر دیا اور آخر مختلف مقامات سے بدلتے ہوئے انہیں مکہ بھجوا دیا۔ اُس نے سمجھا کہ چونکہ وہاں کے لوگوں پر شیعیت کا اثر نہیں اس لیے انہیں مکہ میں بھجوانا زیادہ مناسب ہوگا۔ ایک دن بادشاہ نے رات کے وقت

جیل خانہ کے افسروں کو کہلا بھیجا کہ میں فلاں قیدی کو دیکھنا چاہتا ہوں تم جیل کے دروازے کھلے رکھو۔ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ قید خانہ میں رسیوں سے جکڑے پڑے ہیں۔ وہ بڑی احتیاط سے ان رسیوں کو کھولتا جاتا اور ساتھ ساتھ روتا جاتا تھا۔ پھر ان کے جسم پر ان رسیوں کے جو نشانات پڑ گئے تھے ان کو اپنے ہاتھ سے ملتا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا ہارون! یہ کیا بات ہے؟ کل تک تو تمہارے جیلر مجھ پر بڑی بڑی سختیاں کرتے تھے مگر آج تم خود رسیوں کے بند کھول رہے اور رو رہے ہو۔ ہارون الرشید نے کہا میں بھی اِس سال حج کو آیا تھا۔ آج رات جب میں محل میں سو رہا تھا تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ میرے کمرہ میں آئے اور آپ نے زور سے مجھے ٹھوکر ماری اور فرمایا او بدبخت! تجھے شرم نہیں آتی کہ میرا بیٹا جیل خانہ میں پڑا ہوا ہے، اس کے ہاتھوں میں رسیاں بندھی ہیں اور اس کے جسم کو جکڑا گیا ہے اور تُو اپنے محل میں آرام سے سو رہا ہے؟ اس پر میں نے اُسی وقت اٹھ کر جیل والوں کو اطلاع بھجوائی کہ میں آ رہا ہوں دروازے کھلے رکھے جائیں۔

یہ ایک واقعہ نہیں ایسے ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مدد دینے پر آتا ہے تو وہ ایسے ذرائع سے مدد دیتا ہے جو انسان کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے وعدے فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ الہاماً فرمایا کہ

"خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلّت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی مُحبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروزِ قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور

معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حَسْبِ الْاِخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے''۔2

مگر اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑی سی مصیبت بھی آتی ہے تو جماعت کے بعض دوست گھبرانے لگ جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ مشکلات آدمؑ کے وقت میں بھی تھیں، نوحؑ کے وقت میں بھی تھیں، ابراہیمؑ کے وقت میں بھی تھیں، موسیٰؑ کے وقت میں بھی تھیں، عیسیٰؑ کے وقت میں بھی تھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی تھیں۔ جب آج بھی وہی خدا موجود ہے جو اُن کے زمانہ میں تھا تو کیا وجہ ہے کہ ہم مایوس ہو جائیں۔ کیا ہمارے ایمان اتنے بھی نہیں جتنے موسیٰؑ کے ماننے والوں کے تھے یا عیسیٰؑ کے ماننے والوں کے تھے یا شعیبؑ اور زکریاؑ اور ہودؑ کے ماننے والوں کے تھے یا ابراہیمؑ کے ماننے والوں کے تھے یا نوحؑ کے ماننے والوں کے تھے، یا آدمؑ کے ماننے والوں کے تھے؟ ان کے ماننے والوں نے اللہ تعالیٰ پر اپنی اُمید قائم رکھی اور آخر انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ بلکہ اُن پر وہ زمانہ بھی آیا جب کُفّار نے یہ خیال کر لیا کہ ان پر کوئی عذاب نہیں آئے گا اور جو خبریں اللہ تعالیٰ کے انبیاء نے ان کی تباہی کے متعلق دی تھیں وہ بالکل جھوٹی تھیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔3 غلطی سے بعض لوگ اِس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ جب رسول، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو گئے اور مومنوں نے خیال کر لیا کہ اُن سے جو فتوحات کے دعوے کیے گئے تھے وہ جھوٹے تھے تو اچانک اُن کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ حالانکہ نہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مایوسی نبیوں کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے اور نہ مومنوں کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا ہو کہ خدا تعالیٰ نے اُن سے جھوٹے وعدے کیے تھے۔

درحقیقت اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ شرارت میں بڑھتے چلے گئے تو ایک طرف تو رسول اُن کی ہدایت سے مایوس ہو گئے اور دوسری طرف کُفّار بھی مطمئن ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان سے جو عذاب کے وعدے کیے گئے ہیں وہ پورے نہیں ہوں گے اور نبیوں کی پیشگوئیاں غلط تھیں۔ تب خدا تعالیٰ کی نُصرت آ گئی اور اُس نے ائمۃ الکفر کو تباہ کر کے رستہ صاف کر دیا۔

غرض جو کچھ پہلوں سے ہوا ہے وہی ہم سے بھی ہوگا۔ خدا بدل نہیں گیا بلکہ جو خدا پہلے تھا، وہی اب بھی موجود ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں اُسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مجھے اُسی خدا نے مبعوث فرمایا ہے جس خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔ پس ہر قسم کے وہم احمدیوں کو اپنے دل سے دور کر دینے چاہییں اور انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے لیے عزت اور کامیابی کا مقام مقدّر ہو چکا ہے۔ بے شک درمیانی عرصہ میں مشکلات بھی آئیں گی مگر وہ عارضی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسی ہوائیں چلائے گا جن سے وہ تمام مشکلات اُڑ جائیں گی اور اس کی برکتیں ان کو حاصل ہوں گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اُس کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو جھوٹا سمجھا اور اُس کے وعدوں پر انہوں نے یقین نہ رکھا۔ مگر ایمان اور یقین رکھنے والے اور مشکلات میں ثبات واستقلال سے کام لینے والے لوگ کامیاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور جو لوگ خدا کے دامن کو پکڑے رکھتے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں''۔

(الفضل 10 راگست 1957ء)

---

1 : یوسف: 88

2 : تذکرۃ صفحہ 112۔ ایڈیشن چہارم 2004ء

3 : یوسف: 111